OPEN ACCESS
MA'ARIF-E-ISLAMI (AIOU)
ISSN (Print): 1992-8556
ISSN (Online): 2664-0171
https://mei.aiou.edu.pk

نفسیاتی جنگ کی بابت نبوی حکمت عملی؛ تحقیقی مطالعہ

ڈاکٹر حافظ رضوان عبداللہ
لیکچرار، شعبہ علوم اسلامیہ، گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج، خانیوال
ڈاکٹر حافظ محمد ارشد اقبال
اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ قرآن و تفسیر، علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی، اسلام آباد

Abstract

Psychological warfare refers to a set of actions and operations that can be used to weaken the enemy or to prevent adversarial psychological action without engaging in combat. In Islamic law, it is considered jihad for the sake of Allah. Psychological warfare is very important for lowering the morale of the enemy and breaking their courage. The Prophet (peace be upon him) used the psychological warfare against his enemy to deal with the major problems that he faced in his life, especially after the formation of the state of Medina.

In view of the dangers of psychological warfare and its effects on Islamic society, the Prophet (peace be upon him) took precautionary measures to deal with this war and reduce its effects. The Prophet's strategy in psychological confrontation consisted of strong and disciplined rules that guaranteed the peace and security of society, so the heads of Islamic countries should adopt this strategy and tactics of the Prophet because the responsibility of the Ummah and the Islamic State rests on their shoulders.

As well as the intellectual conflict and media aggression, that our society is facing, especially the intellectual aggression that our youth are facing, in this situation we would make this proposal to the leaders of academic, invitational, educational and media institutions. They should include in their curriculum and programs the steps and tactics of the Prophetic strategy to deal with this intellectual and psychological warfare because there is nothing more effective than his strategy and tactics to win the war. This research article presents a research study of the same prophetic strategy.

میدان جنگ میں افواہ پھیلانے کا دوسرا نام نفسیاتی جنگ ہے جو در حقیقت دفاعی جنگ ہوتی ہے، اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اپنے لشکر کے سپاہیوں میں حوصلہ اور جراءت پیدا کی جائے جبکہ دشمن کے صفوں میں پھوٹ اور ان کی لڑنے کی خواہش کو کمزور کیا جائے۔ اسلام میں اسے جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں ہی شمار کیا گیا ہے۔

اس کی تعریف کرتے ہوئے عبدالہادی زیدی لکھتے ہیں:

"اس سے مراد اقدامات اور آپریشنز کا وہ مجموعہ ہے جو حقیقی طور پر جنگ میں شامل ہوئے بغیر دشمن کو کمزور کرنے کے لیے یا اس کے معاندانہ نفسیاتی اقدامات کو روکنے کے لیے استعمال کیا جائے۔ اسلامی شریعت میں اس کو جہاد فی سبیل اللہ کے ضمن میں شمار کیا جاتا ہے۔"[1]

اس کے بارے میں جمال سید لکھتے ہیں:

"نفسیاتی جنگ سے مراد ہر قسم کی جنگ ہے، خواہ وہ مادی قوت کے ساتھ ہو یا معنوی قوت کے ساتھ ہو۔ اس کا مقصد دشمن کو خاص نفسیاتی حالت میں رکھنا ہوتا ہے اور وہ حالت شکست ہوتی ہے۔ اس تعریف سے معلوم ہوا کہ نفسیاتی جنگ کا دیگر تمام عسکری، اقتصادی، سیاسی اور نظریاتی جنگوں سے علیحدہ کوئی وجود نہیں ہے بلکہ یہ تمام جنگوں کی اصل اور روح ہے۔"[2]

بعض اہل علم نے میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ساتھ اس کو خاص کرتے ہوئے اس کی تعریف یہ کی ہے:

"اس سے مراد وہ اقدامات ہیں جن سے لوگوں کے افکار اور عقائد کو متاثر کیا جائے اور ان کی معنوی روح کو کمزور کیا جائے اور اس مقصد کے حصول کے لیے جھوٹی خبریں اور افواہیں نشر کی جائیں۔"[3]

گویا نفسیاتی جنگ کے مفہوم کی وضاحت کرتے ہوئے اہل علم نے دو مسلک اختیار کیے ہیں:

۱۔ بعض اہل علم نے اس کا وسیع اور جامع مفہوم بیان کیا ہے جو علم نفس، علم اجتماع اور دیگر عسکری اور میڈیا علوم کو شامل ہے۔

۲۔ جبکہ بعض دیگر اہل علم نے اس کو میڈیا اور ذرائع ابلاغ کے ساتھ خاص کیا ہے۔

نفسیاتی جنگ کی مشروعیت

نفسیاتی جنگ کا شمار انبیاء کرام کی دعوت کے بنیادی اصولوں میں ہوتا ہے، ہر نبی نے اپنے مخالفین کے خلاف نفسیاتی جنگ لڑی ہے، مثال کے طور پر حضرت سلیمان علیہ السلام یمن کی ملکہ کو خط لکھتے ہیں:

اِذْهَبْ بِّكِتٰبِيْ هٰذَا فَاَلْقِهْ اِلَيْهِمْ ثُمَّ تَوَلَّ عَنْهُمْ فَانْظُرْ مَاذَا يَرْجِعُوْنَ O قَالَتْ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اِنِّيْۤ اُلْقِيَ اِلَيَّ كِتٰبٌ كَرِيْمٌO اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِO اَلَّا تَعْلُوْا عَلَيَّ وَاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔[4]

"میرا یہ خط لے جا اور اسے ان لوگوں کی طرف ڈال دے، پھر الگ ہٹ کر دیکھ کہ وہ کیا رد عمل ظاہر کرتے ہیں۔ ملکہ بولی "اے اہلِ دربار، میری طرف ایک بڑا اہم خط پھینکا گیا ہے۔ وہ سلیمانؑ کی جانب سے ہے اور اللہ رحمٰن ورحیم کے نام سے شروع کیا گیا ہے۔ مضمون یہ ہے کہ میرے مقابلے میں سرکشی نہ کرو اور مسلم ہو کر میرے پاس حاضر ہو جاؤ"۔

بعد ازاں جب ملکہ آپ کو تحائف بھیجتی ہے تو سلیمان علیہ السلام ملکہ اور اس کے لشکر کے حوصلوں اور مورال کو ہدف بناتے ہوئے فرماتے ہیں:

فَلَمَّا جَآءَ سُلَيْمٰنَ قَالَ اَتُمِدُّوْنَنِ بِمَالٍ فَمَآ اٰتٰىنِۦَ اللّٰهُ خَيْرٌ مِّمَّآ اٰتٰىكُمْ بَلْ اَنْتُمْ بِهَدِيَّتِكُمْ تَفْرَحُوْنَO اِرْجِعْ اِلَيْهِمْ فَلَنَاْتِيَنَّهُمْ بِجُنُوْدٍ لَّا قِبَلَ لَهُمْ بِهَا وَلَنُخْرِجَنَّهُمْ مِّنْهَآ اَذِلَّةً وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ۔[5]

"جب وہ (ملکہ کا سفیر) سلیمانؑ کے ہاں پہنچا تو اس نے کہا کیا تم لوگ مال سے میری مدد کرنا چاہتے ہو؟ جو کچھ خدا نے مجھے دے رکھا ہے وہ اس سے بہت زیادہ ہے جو تمہیں دیا ہے تمہارا ہدیہ تمہی کو مبارک رہے۔ (اے سفیر) واپس جا اپنے بھیجنے والوں کی طرف ہم ان پر ایسے لشکر لے کر آئیں گے جن کا مقابلہ وہ نہ کر سکیں گے اور ہم انہیں ایسی ذلت کے ساتھ وہاں سے نکالیں گے کہ وہ خوار ہو کر رہ جائیں گے۔"

پھر جب ملکہ نے سلیمان علیہ السلام کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ کیا تو آپ نے اس کا استقبال اس انداز سے کیا جس سے اس کی خود اعتمادی مزید کمزور ہو گئی، چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے لشکر سے کہا:

قَالَ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَؤُا اَيُّكُمْ يَاْتِيْنِيْ بِعَرْشِهَا قَبْلَ اَنْ يَّاْتُوْنِيْ مُسْلِمِيْنَ۔[6]

"سلیمانؑ نے کہا اے اہل دربار، تم میں سے کون اس کا تخت میرے پاس لاتا ہے قبل اس کے کہ وہ لوگ مطیع ہو کر میرے پاس حاضر ہوں؟"

حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پیروکاروں کو ملکہ کا عرش لانے کا حکم دیا تاکہ ملکہ کا مورال ڈاؤن ہو جائے، اس کے پیروکاروں کا یہ زعم ختم ہو جائے کہ وہ طاقتور ہیں اور انھیں آپ کے اس عمل سے سرنڈر کرنے اور اللہ کے دین میں داخل ہونے کی ترغیب ملے۔

اسی طرح نبی اکرم ﷺ کی سیرت میں ہمیں نفسیاتی جنگ کی مشروعیت اور اہمیت کی بابت بے شمار روایات ملتی ہیں، مثال کے طور پر حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالی عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جاهِدوا المشرِكينَ بأموالِكُم، وأنفسِكم، وألسنتِكُم.[7]

"مشرکین سے اپنے مال و جان اور زبانوں کے ساتھ جہاد کرو"۔

جنگ میں اعلام سے مراد جہاد باللسان ہے جب کہ قتال سے مراد جہاد بالنفس ہے۔ یہ جہاد کا ہی ایک حصہ ہے اس کو جہاد سے کسی بھی صورت جدا نہیں کیا جا سکتا۔ نفسیاتی جنگ اعلامی جہاد کی ایک قسم ہے۔ فقہاء کے ہاں لفظ جہاد اللہ کے راستے میں اپنی طاقت اور جدوجہد صرف کرنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، خواہ وہ جہاد بالنفس ہو، جہاد بالمال ہو، جہاد باللسان ہو یا اس کے علاوہ کوئی بھی صورت ہو۔[8]

دشمن کی نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے کی صورت میں مسلمانوں پر نفسیاتی جنگ فرض ہے، کیونکہ مسلمانوں کے خلاف یہ جنگ میڈیا، سیاسی ہتھکنڈوں، معاشی اقدامات وغیرہ کے ذریعے برپا کی جارہی ہے۔ لہذا تمام مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ دشمن کے پروپیگنڈے کے خلاف مزاحمت کریں اور اس فرض کی انجام دہی میں کوتاہی نہ کریں۔ تاہم میڈیا کے پیشہ ور افراد، سائنسی، فکری اور علمی متخصصین پر یہ جنگ فرض کفایہ ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس مہم جوئی کے اسالیب اور وسائل بہت سارے ہیں، اس کے لئے اہلیتوں اور انسانی توانائیوں کی ضرورت ہے اور ایسے افراد کی ضرورت ہے جو دشمن کو اخلاقی اور ذہنی طور پر دہشت زدہ کرنے کے طریقوں کے بارے میں خوب گہرا علم و معرفت رکھتے ہوں اور یہ صلاحیت تمام مسلمانوں میں موجود نہیں ہے، لہذا اس صورتحال کے تناظر میں اس گروہ کو تیار کرنے کا معاملہ، جو دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ لڑے، فرض قرار پاتا ہے، اگر امت اس قسم کے افراد تیار نہیں کرے گی تو اس میں کوتاہی کی وجہ سے تمام لوگ گنہگار ہوں گے۔[9]

اس حوالے سے نعیم بن مسعود کا واقعہ بہت اہم ہے ہوا یہ کہ غطفان کے ایک صاحب جن کا نام نُعَیم بن مسعود بن عامر اشجعی تھا رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں۔ لہذا آپ ﷺ مجھے کوئی حکم فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنت فينا رجل واحد، فخذل عنا إن استطعت، فإن الحرب خدعة[10].

"تم فقط ایک آدمی ہو (لہذا کوئی فوجی اقدام تو نہیں کر سکتے) البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ تو چالبازی کا نام ہے"۔

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے امر کا صیغہ استعمال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ واجب ہے۔ اس حدیث کی شرح میں ابن بطال رقمطراز ہیں:

"اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ جنگ میں افراد کی کثرت کی نسبت چالبازی زیادہ مفید ہوتی ہے"۔[11]

یہ تمام باتیں نفسیاتی جنگ کی اہمیت پر دلالت کرتی ہیں۔

اسی طرح حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: قریش کی ہجو کرو، کیوں کہ یہ ان پر تیروں کی بوچھاڑ سے بھی زیادہ شاق گزرتی ہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت ابن رواحہ کی طرف پیغام بھیجا کہ کفار قریش کی ہجو کرو، انہوں نے کفار قریش کی ہجو کی، وہ آپ کو پسند نہیں آئی، پھر آپ نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا، پھر حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی طرف پیغام بھیجا جب حضرت حسان آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں آئے تو انہوں نے عرض کیا: اب وقت آگیا ہے، آپ نے اس شیر کی طرف پیغام بھیجا ہے جو اپنی دم سے مارتا ہے پھر اپنی زبان نکال کر ہلانے لگے۔ پھر عرض کیا: (یارسول اللہ!) اس ذات کی

قسم جس نے آپ کو حق دے کر بھیجا ہے! میں اپنی زبان سے انہیں اس طرح چیر پھاڑ کر رکھ دوں گا جس طرح چمڑے کو پھاڑتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: جلدی نہ کرو، یقیناً ابو بکر قریش کے نسب کو سب سے زیادہ جاننے والے ہیں اور ان میں میرا نسب بھی ہے۔ (تم ان کے پاس جاؤ) تاکہ ابو بکر میرا نسب ان سے الگ کر دیں۔ حضرت حسان رضی اللہ عنہ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس گئے، پھر واپس لوٹے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! ابو بکر نے میرے لیے آپ کا نسب الگ کر دیا ہے۔ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ مبعوث کیا ہے! میں آپ کو ان میں سے اس طرح نکال لوں گا جس طرح گندھے ہوئے آٹے سے بال نکال لیا جاتا ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حضرت حسّان رضی اللہ عنہ سے یہ فرماتے سنا: جب تک تم اللہ عز وجل اور اس کے رسول کی طرف سے ان کا دفاع کرتے رہو گے روح القدس (جبرائیل علیہ السلام) تمہاری تائید کرتے رہیں گے۔ نیز حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا ہے کہ حسان نے کفارِ قریش کی ہجو کر کے مسلمانوں کو شفا دی (یعنی ان کا دل ٹھنڈا کر دیا) اور اپنے آپ کو شفا دی (یعنی اپنا سینہ ٹھنڈا کیا)۔[12]

عہدِ رسالت میں اشعار کے ذریعے ہجو کرنا سیاسی جنگ کا سب سے نمایاں ذریعہ تھا، اسی لئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے "ہجاء" کا لفظ استعمال کیا کیونکہ اس میں کسی شخص کی ہر وہ برائی شامل ہوتی ہے جس سے اس کو متصف کیا جا سکتا ہے۔ مزید برآں اگر ہم آپ کے فرمان "اھجوا قریشا" پر غور کریں تو یہ امر کا صیغہ ہے جو وجوب پر دلالت کرتا ہے اور کوئی ایسا قرینہ صارفہ بھی نہیں ہے، لہذا یہ حدیث نفسیاتی جنگ کو بروئے کار لانے کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔

نیز اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ روایتی جنگ کی نسبت نفسیاتی جنگ زیادہ گراں ہوتی ہے کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق ہجو کا عمل تیروں کی بوچھاڑ سے زیادہ شاق ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بہت سے غزوات کا فیصلہ نفسیاتی جنگ کی وجہ سے ہوا، اس کی نمایاں مثال غزوہ فتح مکہ ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ نفسیاتی جنگ جس بھی طرح کی جائے وہ جہاد کا حصہ ہے اور یہ جنگ لڑنے والے بھی ان مجاہدین میں شامل ہیں جن کی نصرت وحمایت اللہ کی طرف سے کی جاتی ہے۔ یہ بات عجیب نہیں کہ اسلحہ سے لڑنے والوں کی مدد عام فرشتوں سے کی جاتی ہے جبکہ نفسیاتی جنگ لڑنے والوں کی مدد روح القدس جبرائیل علیہ السلام کے ذریعے کی جاتی ہے!!

نفسیاتی جنگ کی بابت شرعی تدابیر

شریعت اسلامیہ نے دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ کو بروئے کار لانے کے لیے جن تدابیر کو اختیار کیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

۱۔ دشمن کے حوصلے پست کرنا

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِه عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ۔[13]

"اور تم لوگ، جہاں تک تمہارا بس چلے، زیادہ سے زیادہ طاقت اور تیار بندھے رہنے والے گھوڑے اُن کے مقابلہ کے لیے مہیار کھو تا کہ اس کے ذریعہ سے اللہ کے اور اپنے دشمنوں کو اور ان دُوسرے اعداء کو خوف زدہ کرو جنہیں تم نہیں جانتے مگر اللہ جانتا ہے"۔

اس آیت کی تفسیر میں امام رازی رقم طراز ہیں:

"پھر اللہ تعالی نے وہ بات بیان فرمائی جس کی وجہ سے یہ تمام اشیاء تیار کرنے کا حکم دیا، چنانچہ فرمایا: تم اس کے ذریعے اللہ کے دشمن اور اپنے دشمن کو ڈراؤ۔ یہ ڈرانا اس طرح ہے کہ جب کافروں کو پتہ چلے گا کہ مسلمان چوکنے اور جہاد کے لئے تیار ہیں، ان کے پاس تمام ہتھیار اور آلات مکمل ہیں تو دشمن ان سے خوف کھائے گا"۔[14]

ان آیات میں اللہ تعالی نے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان دشمنوں کو بھی ڈرائیں جن کو وہ جانتے ہیں اور ان کو بھی جن کو وہ نہیں جانتے۔ یہ دشمن کو نفسیاتی طور پر کمزور کرنے کا نہایت اہم حربہ ہے کہ جب انہیں پتہ چلے گا کہ مسلمانوں کو ان دشمنوں کے خلاف بھی تیاری کا حکم دیا جارہا ہے جن کو وہ جانتے تک نہیں ہیں اور جو میدان میں موجود نہیں ہے تو یہ سن کر کران کا مورال ڈاؤن ہو گا اور حوصلے پست ہوں گے۔

۲۔ لفظ رعب کا استعمال کرنا

ارشاد باری ہے:

سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِه سُلْطٰنًا وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ وَ بِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ۔[15]

"عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب ہم منکرین حق کے دلوں میں رعب بٹھادیں گے، اس لیے کہ اُنہوں نے اللہ کے ساتھ اُن کو خدائی میں شریک ٹھیرایا ہے جن کے شریک ہونے پر اللہ نے کوئی سند نازل نہیں کی اُن کا آخری ٹھکانا جہنم ہے اور بہت ہی بری ہے وہ قیام گاہ جو اُن ظالموں کو نصیب ہو گی"۔

اسی طرح سورۃ الاحزاب[16] اور سورۃ الحشر[17] میں بھی لفظ رعب استعمال کیا ہے جو نفسیاتی جنگ کے اعتبار سے نہایت بلیغ تعبیر ہے۔

دشمن پر نفسیاتی رعب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ایک نمایاں خصوصیت ہے جس کو آپ نے ایک حدیث میں یوں بیان فرمایا ہے:

أُعْطِيتُ خمسا, لم يُعْطَهُنَّ أحد من الأنبياء قبلي: نُصِرْتُ بالرعب مسيرة شهر---[18]

"مجھے پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں، جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو نہیں دی گئی تھیں۔ایک مہینے کی مسافت سے رعب کے ذریعے میری مدد کی گئی۔۔۔"

۳۔اللہ تعالیٰ کے راستے میں شہادت کے شرف کا اظہار کرنا

اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن بندوں کو اپنے راستے میں لڑائی کرنے کی ترغیب دی اور قتال کی محبت ان کے دل میں ڈال دی،اس ضمن میں عمیر بن حمام کا واقعہ کیا خوب ہے، جنگ بدر میں جب مشرکین مکہ اسلام اور مسلمانوں کو تہ تیغ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا: جنت کی طرف اٹھ کھڑے ہو جس کی چوڑائی سارے آسمان اور زمین ہیں۔یہ سن کر حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول !(ﷺ) کیا(شہادت کے عوض)آسمانوں اور زمین کی چوڑائی کے برابر جنت ہے؟رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہاں" اس کے بعد حضرت عمیر بن حمام رضی اللہ عنہ اپنے ترکش سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے۔پھر شوق شہادت میں کہنے لگے: اگر میں ان کھجوروں کے کھانے تک زندہ رہوں تو یہ بڑی ہی طویل زندگی ہو جائے گی۔ چنانچہ انہوں نے بقیہ ساری کھجوریں پھینک دیں اور آگے بڑھ کر مردانہ وار جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے۔[19]

نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے میں نبوی حکمت عملی

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے نے اپنے خلاف، اپنی رسالت کے خلاف اور اسلامی ریاست کے خلاف نفسیاتی جنگ کا مقابلہ کرنے کے لیے بنیادی طور پر دو طریقے اختیار کیے جو درج ذیل ہیں:

1۔احتیاطی تدابیر

اس مقصد کے لیے آپ نے جن احتیاطی تدابیر کو اختیار کیا وہ یہ ہیں:

1۔ کسی بھی مہم پر روانہ ہونے سے پہلے واپسی تک اس کی رازداری کو یقینی بنانا:

اس کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے:

استعینوا علی انجاح الحوائج بالکتمان فان کل ذی نعمۃ محسود۔[۲۰]

"اپنی ضروریات کو کامیاب کرنے کے لیے رازداری سے مدد لو اس لیے کہ ہر منعم (جس پر نعمت کی گئی ہے اس) سے حسد کیا جاتا ہے"۔

اسی طرح حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں نبی کریم ﷺ جب بھی کسی غزوہ پر جانے کا ارادہ فرماتے تو بظاہر خلافِ مقصود دوسری طرف توریہ فرماتے۔[21]

نبی صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کے کے ساتھ معاملات کرتے وقت نہایت بیدار مغز ہوتے تھے، آپ دشمن پر مسلمانوں کے لشکر کی جہت واضح نہیں ہونے دیتے تھے اور آپ کی شدید ترین خواہش ہوتی کہ لشکر اور اس کی حرکت کو صیغہ راز میں رکھا جائے۔

اس ضمن میں محمود شیت خطاب کہتے ہیں:

"اپنے راز کو پوشیدہ رکھنے کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید ترین خواہش ہوتی تھی، چنانچہ آپ جب بھی کسی غزوہ پر نکلنے کا ارادہ کرتے آپ اس غزوہ کے علاوہ دوسری طرف توریہ کرتے۔۔۔ چنانچہ غزوہ فتح مکہ میں اپنے عزائم کو مخفی رکھا حتی کہ اپنی زوجہ اور ساتھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالی عنہ سے بھی پوشیدہ رکھا۔۔۔اسی رازداری کا نتیجہ تھا کہ آپ دس ہزار کا لشکر جرار فتح مکہ کے لیے تیار کرنے کے قابل ہوئے اور قریش کو لشکر کی حرکت اور آپ کے عزائم کی خبر تک نہ ہو سکی حتی کہ آپ مکہ کی وادیوں میں پہنچ گئے، چنانچہ قریش سرنڈر کرنے پر مجبور ہو گئے"۔[22]

2۔ مختلف طریقوں سے دشمن کے بارے میں معلومات جمع کرنا:

یہ معلومات اکٹھی کرنے کے آپ کے پاس دو ذرائع تھے؛ پہلا ذریعہ وحی الٰہی تھا اور دوسرا ذریعہ معلومات اکٹھی کرنے اور دشمن کی جاسوسی کرنے کا وہ نظام تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی استطاعت اور صلاحیت کے مطابق وضع کیا تھا۔

مثال کے طور پر غزوہ بدر میں آپ ﷺ نے دشمن کے حالات کا پتا لگانے کے لیے جاسوسی دستہ روانہ فرمایا۔اس کاروائی کے لیے مہاجرین کے تین قائد علی بن ابی طالب، زُبیر بن عوام اور سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم صحابہ کرام کی ایک جماعت کے ہمراہ روانہ ہوئے۔ یہ لوگ سیدھے بدر کے چشمے پر پہنچے۔ وہاں دو غلام مکی لشکر کے لیے پانی بھر رہے تھے۔ انہیں گرفتار کر لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر کیا۔ نبی اکرم ﷺ نے ان دونوں قریش کے متعلق پوچھا تو انہوں نے کہا: یہ ٹیلہ جو وادی کے آخری دہانے پر دکھائی دے رہا ہے قریش اسی کے پیچھے ہیں۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: لوگ کتنے ہیں؟ انہوں نے کہا: بہت ہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: تعداد کتنی ہے؟ انہوں نے کہا: ہمیں معلوم نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: روزانہ کتنے اُونٹ ذبح کرتے ہیں؟ انہوں نے کہا: ایک دن نو اور ایک دن دس۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تب لوگوں کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے۔ پھر آپ ﷺ نے ان سے معززین قریش کے بارے میں بھی معلومات حاصل کیں جو اس جنگ میں شامل تھے۔ انہوں نے بتایا کہ ربیعہ کے دونوں صاحبزادے عتبہ اور شیبہ اور ابو البختری بن ہشام، حکیم بن حزام، نوفل بن خُوَیلد، حارث بن عامر، طعیمہ بن عدی، نضر بن حارث، زمعہ بن اسود، ابو جہل بن ہشام، اُمیہ بن خلف لشکر میں شامل ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: "مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑوں کو تمہارے پاس لا کر ڈال دیا ہے۔"

اسی طرح غزوہ احزاب میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن یمان کو دشمن کی خبر لانے کے لیے بھیجا اور فرمایا:

يا حُذَيفةُ، فاذْهَبْ فادْخُلْ في القَومِ فانْظُرْ ما يَفعَلونَ، ولا تُحدِثَنَّ شَيئًا حتى تَأتِيَنا۔[۲۳]

"اے حذیفہ! جاؤ اور دشمن کی صفوں میں داخل ہو جاؤ اور دیکھو وہ کیا کر رہے ہیں اور ہمارے پاس آنے سے پہلے کسی کو کوئی خبر مت بتانا۔"

3۔ دشمن کے حوصلے پست کرنا اور ان میں پھوٹ ڈالنا

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعض غزوات میں اس طریقے کو خود اختیار کیا، مثال کے طور پر آپ دو سو صحابہ اور بیس گھوڑوں کو لے کر بنو لحیان پر حملہ آور ہوئے۔ بنو لحیان کو خبر ہوئی تو وہ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف بھاگ نکلے۔ پھر آپ ﷺ نے عسفان کا قصد کیا تاکہ قریش کو آپ کی آمد کی خبر ہو جائے، وہ مرعوب ہو جائیں اور آپ کی قوت کا مشاہدہ کر لیں۔[24]

اس حوالے سے محمود شیت خطاب لکھتے ہیں:

"ہر غزوے میں دشمن کے حوصلوں کو توڑنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنیادی ہدف ہوتا تھا"۔[25]

اس کی مزید نمایاں ترین مثال نعیم بن مسعود کا واقعہ ہے۔ غزوہ خندق کے موقع پر وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنے قبول اسلام کا اعلان کیا اور عرض کی: اے اللہ کے رسول ﷺ! میں مسلمان ہو گیا ہوں، لیکن میری قوم کو میرے اسلام لانے کا علم نہیں۔ لہٰذا آپ ﷺ مجھے کوئی حکم فرمایئے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنما أنت فينا رجل واحد، فخذل عنا إن استطعت، فإن الحرب خدعة[۲۶].

"تم فقط ایک آدمی ہو (لہٰذا کوئی فوجی اقدام تو نہیں کر سکتے) البتہ جس قدر ممکن ہو ان میں پھوٹ ڈالو اور ان کی حوصلہ شکنی کرو، کیونکہ جنگ تو چالبازی کا نام ہے"۔

اس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فعل امر استعمال کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ واجب ہے۔

اس حدیث کی وضاحت کرتے ہوئے دکتور صلابی لکھتے ہیں:

"نعیم بن مسعود نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف تمام لشکروں کے بیچ شک اور نفرت کا بیج بویا، جس کے نتیجے میں دشمن میں پھوٹ پڑ گئی۔ ان کی جمعیت شکست کھا گئی، چناچہ انہوں نے یہودیوں کو اکسایا کہ وہ قریش سے مطالبہ کریں کہ قریش جب تک اپنے کچھ آدمی یرغمال کے طور پر نہ دیں، آپ ان کے ساتھ جنگ میں شریک نہ ہوں۔ اس کے بعد حضرت نعیمؓ سیدھے قریش کے پاس پہنچے اور کہا کہ یہود نے محمد ﷺ اور ان کے رفقاء سے جو عہد شکنی کی تھی اس پر وہ نادم ہیں۔ اور اب

ان میں یہ مراسلت ہوئی ہے کہ وہ (یہود) آپ لوگوں سے کچھ یرغمال حاصل کر کے ان (محمد) کے حوالے کر دیں گے۔ اور پھر آپ لوگوں کے خلاف محمد ﷺ سے اپنا معاملہ استوار کر لیں گے۔ لہٰذا اگر وہ یرغمال طلب کریں تو آپ ہرگز نہ دیں۔ اس طرح دونوں فریق کا اعتماد ایک دوسرے سے اٹھ گیا۔ ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور ان کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ اس طرح نعیم بن مسعود نے غزوہ احزاب میں نہایت اہم کردار ادا کیا"۔ [27]

نعیم بن مسعود کے اس واقعہ کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھوں نے قریش، غطفان اور بنو قریظہ کے یہود کے درمیان افواہ پھیلائی۔ اس کا اثر یہ نکلا کہ ان کی صفوں میں پھوٹ پڑ گئی اور وہ ایک دوسرے سے بد ظن ہو گئے، نتیجتا اللہ تعالیٰ نے انھیں شکست سے دوچار کر دیا، اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے احمد نوفل رقمطراز ہیں:

"غزوہ احزاب مین افواہ سازی نے مسلمانوں کی طرف سے نہایت اہم کام سرانجام دیا جس کی مثال نعیم بن مسعود کی گفتگو میں ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔"[28]

۴۔ وہم ڈالنا

یہ نفسیاتی جنگ کی ایک قسم ہے جس میں لشکر کو مختلف ٹولیوں میں تقسیم کر دیا جاتا ہے اور فوج اس طرح کھڑی کی جاتی ہے کہ دشمن کو باور کروایا جاتا ہے کہ مسلمان بڑی تعداد میں ہیں اور کفار ان کے مقابلے کی طاقت نہیں رکھتا۔

یہ وہی طریقہ ہے جو رسول اللہ ﷺ نے مکہ مکرمہ کی فتح کے موقع پر اپنے لشکر کے ساتھ کیا تھا۔ اس غزوہ میں آپ نے رات کے ابتدائی اوقات میں مر الظہران پہنچ کر نزول فرمایا۔ آپ ﷺ نے کثرت سے آگ جلانے کا حکم دیا، جب مسلمان ایک جگہ پر جمع ہو گئے وہاں آپ کے حکم سے لوگوں نے الگ الگ آگ جلائی۔ اس طرح دس ہزار (چولہوں میں) آگ جلائی گئی۔ تو مشرکین نے خیال کیا کہ آگ کی کثرت مسلمانوں کے لشکر کی بڑی تعداد ثابت کرتی ہے اور وہ ان کا مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے اور مسلمانوں کی شکست کی کوئی امید نہیں۔ [29]

۲۔ نفسیاتی جنگ کے خلاف اقدامات

جنگ کا سب سے مضبوط ہتھیار افواہیں ہیں، شریعت اسلامیہ نے افواہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے جو اقدامات کئے ہیں وہ درج ذیل ہیں:

ا۔ میڈیا کے ذریعے دشمن کی طرف سے پھیلائی جانے والی افواہوں کے خلاف عملی اور براہ راست محاذ آرائی:

افواہ کے لیے عربی میں "الشائعۃ" کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کے معنی ہیں: پھیلنا، منتشر ہونا، زیادہ ہونا وغیرہ۔ مختار تہامی نے اس کی تعریف یوں کی ہے:

"اس سے مراد ہے کسی من گھڑت خبر کو پھیلانا جس کی حقیقت میں کوئی اساس نہ ہو، یا کسی خبر میں مبالغہ آرائی کرنا یا کسی ایسی خبر کو بیان کرتے ہوئے اسے کوئی وزن نہ دینا جس خبر کا حقیقت سے تعلق ہو۔ اس کا ہدف یہ ہوتا ہے کہ کسی

علاقے یا صوبے کے عام لوگوں کی نفسیات کو متاثر کیا جائے، مزید برآں کسی ایک ملک میں یا کئی ممالک میں یا عالمی سطح پر سیاسی، اجتماعی، اقتصادی اور عسکری اہداف کا حصول بھی اس کے پیش نظر ہوتا ہے۔"[30]

کسی بھی معاشرے پر افواہوں کے خوفناک اثرات مرتب ہوتے ہیں کیونکہ افواہوں کے نتیجے میں خوف جنم لیتا ہے اور جب کسی معاشرے پر خوف طاری ہو جائے تو پھر ان کے حوصلے پست ہو جاتے ہیں اور ان کا مورال گر جاتا ہے۔

اس لئے افواہوں کا مقابلہ کرنے کے لیے سب سے پہلی چیز یہ ہے کہ جو بھی خبر یا بات سنی جائے اس کی تصدیق کی جائے ، جیسا کہ ارشاد باری تعالی ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ جَآءَكُمْ فَاسِقٌۢ بِنَبَاٍ فَتَبَيَّنُوْٓا اَنْ تُصِيْبُوْا قَوْمًۢا بِجَهَالَةٍ فَتُصْبِحُوْا عَلٰى مَا فَعَلْتُمْ نٰدِمِيْنَ۔[۳۱]

"اے لوگو جو ایمان لائے ہو، اگر کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آئے تو تحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کسی گروہ کو نادانستہ نقصان پہنچا بیٹھو اور پھر اپنے کیے پر پشیمان ہو"۔

جنگ احد میں ایک واقعہ اس نوعیت کا پیش آیا جس میں مشرکین مکہ نے افواہوں کے ذریعے مسلمانوں کے حوصلے پست کرنے کی ناکام کوشش کی، ان کا قاتل ابن قمئہ تھا۔ وہ سمجھ رہا تھا کہ یہ محمد ﷺ ہیں۔ کیونکہ حضرت مصعبؓ بن عمیر آپ ﷺ کے ہم شکل تھے۔ چنانچہ وہ حضرت مصعبؓ کو شہید کر کے مشرکین کی طرف واپس چلا گیا اور چلاّ چلاّ کر اعلان کیا کہ محمد ﷺ قتل کر دیئے گئے۔ اس کے اس اعلان سے نبی ﷺ کی شہادت کی خبر مسلمانوں اور مشرکین دونوں میں پھیل گئی۔ اور یہی وہ نازک ترین لمحہ تھا۔ جس میں رسول اللہ ﷺ سے الگ تھلگ نرغے کے اندر آئے ہوئے بہت سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے حوصلے ٹوٹ گئے۔ ان کے عزائم سرد پڑ گئے اور ان کی صفیں اتھل پتھل اور بد نظمی وانتشار کا شکار ہو گئیں۔ مگر جب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی صفوں میں توازن پیدا کرنے اور کافروں کی افواہ کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے الی عباد اللہ الی عباد اللہ کے ساتھ آواز دی تو یہ ساری افواہیں دم توڑ گئیں۔[32]

اسی طرح غزوہ بنی المصطلق میں جب ایک مہاجر اور انصاری کے درمیان جھگڑا ہوا اور قریب تھا کہ تلواریں نکل آتیں، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو پتہ چلا تو آپ نے ان الفاظ میں اس مسئلے کو ختم کر دیا، آپ نے فرمایا: اے مسلمانوں کی جماعت! کیا جاہلیت کا دعویٰ کر رہے ہو جب کہ میں ابھی تمہارے درمیان موجود ہوں! اللہ نے تمہیں اسلام کی ہدایت سے نوازا ہے، تمہیں اس کے ذریعے عزت عطا کی ہے، جاہلیت کے تمام معاملات ختم کر دیے ہیں، تمہیں کفر سے سے بچا لیا ہے اور تمہارے دلوں میں الفت پیدا کر دی ہے۔ اس طرح نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فتنے کو ختم کر دیا جو سر اٹھا رہا تھا اور ان افواہوں کو دفن کر دیا جو پنپ رہی تھیں۔

۲۔ افواہوں کا مقابلہ کرنے میں اجتماعی ذمہ داری

معاشرے کے ہر فرد پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ افواہوں کا مقابلہ کرے، وہ اس طرح کہ وہ ان کو دہرانے اور لوگوں میں پھیلانے سے گریز کرے اور کوئی ایسی خبر سنتے ہی ذمہ داروں کو آگاہ کریں تاکہ ان ذمہ داران کی طرف سے اس کی صحیح وضاحت سامنے آئے۔ اس حوالے سے ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِذۡ تَلَقَّوۡنَه بِاَ لۡسِنَتِكُمۡ وَتَقُوۡلُوۡنَ بِاَ فۡوَاهِكُمۡ مَّا لَيۡسَ لَـكُمۡ بِه عِلۡمٌ وَّتَحۡسَبُوۡنَه هَيِّنًا وَّهُوَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمٌ-[۳۳]

"ذرا غور تو کرو، اُس وقت تم کیسی سخت غلطی کر رہے تھے) جبکہ تمہاری ایک زبان سے دوسری زبان اس جھوٹ کو لیتی جارہی تھی اور تم اپنے منہ سے وہ کچھ کہے جارہے تھے جس کے متعلق تمہیں کوئی علم نہ تھا تم اسے ایک معمولی بات سمجھ رہے تھے، حالانکہ اللہ کے نزدیک یہ بڑی بات تھی"۔

اس خبر کو ذمہ داروں کی طرف لوٹانے کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے:

وَاِذَا جَآءَهُمۡ اَمۡرٌ مِّنَ الۡاَمۡنِ اَوِ الۡخَـوۡفِ اَذَاعُوۡا بِه ؕ وَلَوۡ رَدُّوۡهُ اِلَى الرَّسُوۡلِ وَاِلٰٓى اُولِى الۡاَمۡرِ مِنۡهُمۡ لَعَلِمَهُ الَّذِيۡنَ يَسۡتَنۡۢبِطُوۡنَه مِنۡهُمۡ وَلَوۡلَا فَضۡلُ اللّٰهِ عَلَيۡكُمۡ وَرَحۡمَتُه لَاتَّبَعۡتُمُ الشَّيۡطٰنَ اِلَّا قَلِيۡلًا-[۳۴]

"یہ لوگ جہاں کوئی اطمینان بخش یا خوفناک خبر سن پاتے ہیں اُسے لے کر پھیلا دیتے ہیں، حالانکہ اگر یہ اُسے رسول اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آجائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں تم لوگوں پر اللہ کی مہربانی اور رحمت نہ ہوتی تو (تمہاری کمزوریاں ایسی تھیں کہ) معدودے چند کے سوا تم سب شیطان کے پیچھے لگ گئے ہوتے"۔

لہٰذا میڈیا کی ذمہ داری ہے کہ وہ وہ خبر کی تصدیق کیے بغیر اس کو نشر کرنے سے گریز کرے۔

۳۔ افواہوں کی روک تھام

افواہوں کی روک تھام کے لیے درج ذیل عملی اقدامات کیے جاسکتے ہیں:

۱. بالکل صحیح اور صاف معلومات کو پیش کیا جائے کیونکہ صحیح اور سچی خبروں کی موجودگی میں جھوٹی خبریں اور افواہیں بالکل غیر مؤثر اور غیر فعال ہوجاتی ہیں۔ عہد نبوی میں منافقین اسلامی معاشرے میں فتنہ وفساد برپا کرنے کے لیے غلط افواہیں پھیلاتے ۔ لیکن جب صحیح معلومات آجاتیں تو اللہ تعالیٰ اسے ان کی نظروں کے سامنے زائل کرتا اور لوگوں کے لیے حق واضح ہوجاتا:

لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوا لَكَ الْأُمُورَ حَتَّى جَاءَ الْحَقُّ وَظَهَرَ أَمْرُ اللَّهِ وَهُمْ كَارِهُونَ-[۳۵]

(یہ تو اس سے پہلے بھی فتنے تلاش کرتے رہے اور آپ کے لیے کاموں کو الٹ پلٹ کرتے رہے ہیں یہاں تک کہ حق آپہنچا اور اللہ کا حکم غالب آگیا۔ باوجود یکہ وہ ناخوشی ہی میں رہے۔)

۲. انسان کو افواہ کے ذریعے جو خبر ملے اس پر حسن ظن رکھے اور اس کی ترویج واشاعت کا ذریعہ نہ بنے۔

۳. اگر اس کو پھیلانا اتنا ضروری ہے تو اس کی خبر حاکم وقت کو دے تاکہ وہ اصل شخص تک پہنچ سکے اور بات کی تہ تک پہنچ کر فیصلہ کرے تاکہ عوام کے سامنے صحیح بات آسکے، ورنہ وہ بات عوام الناس میں گردش کرتی رہے گی۔

۴. اسلام حکم دیتا ہے کہ وہ سچی خبر پر ثابت قدم رہیں۔ بہت سارے فتنے کسی فاسق کی غلط خبر کے سبب ابھرتے ہیں اور کئی لوگوں کا خون انہیں فتنوں کی وجہ سے بہایا جاتا ہے۔ ان فتنوں کی آگ ایسے لوگ بھڑکاتے ہیں جو فتنہ پرور ہوتے ہیں اور امت مسلمہ کا اتحاد انہیں چبھتا ہے۔ یہ لوگ امت مسلمہ کے اتحاد کے حامی نہیں ہوتے اور ان کی خوشی کو تلخ بنانے میں لگے رہتے ہیں۔ اسی لئے تو اسلام نے خبر دینے اور اس کو پھیلانے میں اس خبر کا مصدر تلاش کرنے اور غور و فکر کرنے کا حکم دیا ہے۔

۵. افواہوں کو ختم کرنے کا راستہ یہ ہے کہ ان بے بنیاد افواہوں کے بارے میں محتاط رویہ اختیار کیا جائے، میڈیا پر لوگوں کا شعور بیدار کیا جائے، ان کے ضمیر کو بیدار کیا جائے۔ اور ہوس اور حرص کے بجائے ان میں قناعت اور اطمینان پیدا کیا جائے۔ جب لوگ بیدار مغز، زندہ دل اور حساس ہوں گے تو بے بنیاد افواہوں اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرنے والے ذرائع سے خود بخود بچ سکیں گے۔ یہ ذمہ داری بھی میڈیا کے اینکرز، نیوز چینلز کے ذمہ داران اور ابلاغ و نشریات سے متعلقہ ہر شخص کی ہے۔

۶. جھوٹی افواہوں کو روکنے کا یہ انتہائی اور بھرپور اقدام ہے کہ ذرائع ابلاغ سرے سے ہی ان افواہوں کو اپنی توجہ کا مستحق نہ سمجھیں اور ان کی ترویج و اشاعت کریں۔ اس طرح یہ افواہیں اپنی موت آپ مر جائیں گی اور معاشرہ ان کے برے اثرات سے محفوظ رہے گا۔

یہی وہ امور ہیں جو معاشرے میں افواہ سازی کو روکتے ہیں اور کسی علاقہ میں اس کے پھیلاؤ کے امکانات ختم ہو جاتے ہیں۔

خلاصہ بحث

یہ ہے کہ دشمن کے حوصلوں کو پست کرنے، ان کے مورال کو ڈاؤن کرنے اور ان کی ہمتوں کو توڑنے کے لیے نفسیاتی جنگ کی اہمیت بہت زیادہ ہے جس سے کوئی شخص انکار نہیں کر سکتا۔ نفسیاتی جنگ کی مشروعیت قرآن کریم اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ سے ثابت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی میں جن بڑے بڑے مسائل کا سامنا کرنا پڑا بالخصوص ریاست مدینہ کی تشکیل کے بعد آپ کو جن چیلنجز کا سامنا تھا ان مسائل اور چیلنجز سے نمٹنے کے لیے آپ نے اپنے دشمن کے خلاف نفسیاتی جنگ کو خوب استعمال کیا کیونکہ آپ کا مقصد اعظم لوگوں کی عقل اور ان کے دلوں کو متاثر کرنا تھا نہ کہ ان کا خون بہانا اور قتل کرنا آپ کا مقصود تھا۔ نفسیاتی جنگ کے خطرات اور اسلامی معاشرے پر اس کے اثرات کے پیش نظر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جنگ سے نمٹنے کے لیے اور اس کے اثرات کو کم کرنے کے لئے احتیاطی تدابیر بھی اختیار کی اور اقدامی محاذ آرائی بھی کی۔ نفسیاتی محاذ آرائی میں نبی اکرم ﷺ کی حکمت عملی ان مضبوط اور منضبط

قواعد پر مشتمل تھی جن میں معاشرے کے امن وسلامتی کی ضمانت تھی، لہذا اسلامی ممالک کے سربراہان کو چاہیے کہ وہ نبی اکرم ﷺ کی اس حکمت عملی اور تدابیر کو اپنائیں کیونکہ ان کے کندھوں پر امت اور اسلامی ریاست کے ذمہ داری کا بوجھ ہے۔ نیز ہمارا معاشرہ جس فکری کشمکش اور میڈیا یلغار کا سامنا کر رہا ہے، خاص طور پر ہمارے نوجوان جس فکری یلغار کے نشانے پر ہیں، ہم اس صورت حال میں علمی، دعوتی، تعلیمی اور میڈیا اداروں کے ذمہ داروں کے سامنے یہ تجویز پیش کرتے ہیں کہ وہ اپنے نصاب اور پروگراموں میں اس فکری اور نفسیاتی جنگ سے نمٹنے کے لیے نبوی حکمت عملی کے اقدامات اور تدابیر کو شامل کریں کیونکہ اس جنگ کو جیتنے کے لیے آپ ﷺ کی حکمت عملی اور تدابیر سے زیادہ مؤثر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] عبدالہادی محمود الزیدی، الحرب النفسیۃ: مفاہیم اعلامیہ واحکام فقھیۃ، دار الفجر للنشر والتوزیع، ۲۰۱۰ ص: ۶۷

[2] جمال السید، اضواء علی الحرب النفسیۃ، قاہرہ: الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، ۱۹۷۲، ص: ۱۵

[3] طہ الزیدی، معجم مصطلحات الدعوۃ والاعلام الاسلامی، دار النفائس، اردن، ۲۰۱۰، ص: ۱۳۴

[4] النمل ۲۷: ۲۸-۳۱

[5] النمل ۲۷: ۳۶-۳۷

[6] النمل ۲۷: ۳۸

[7] ابوداود، سلیمان بن اشعث، السنن، کتاب الجھاد، باب کراھیۃ ترک الغزو، حدیث: ۲۵۰۴

[8] کاسانی، مسعود بن احمد، بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع، دار الکتب العلمیۃ، طبع ثالث، ۱۹۸۶ء: ۷/۹۷

[9] عبدالہادی الزیدی، الحرب النفسیۃ، ص: ۱۵۳-۱۵۴

[10] ابن ہشام، عبدالملک، السیرۃ النبویۃ، تحقیق: محمد محیی الدین عبدالحمید، مکتبہ محمد علی صبیح، مصر: ۳/۱۲۷

[11] ابن بطال، علی بن خلف، شرح صحیح البخاری، تحقیق: ابو تمیم یاسر بن ابراہیم، مکتبۃ الرشد، ریاض، طبع ثانی، ۲۰۰۳ء: ۵/۱۸۷

[12] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضائل حسان بن ثابت، دار السلام ریاض، رقم: ۶۵۵۰

[13] الانفال ۸: ۵۷-۶۰

[14] رازی، محمد بن عمر، فخر الدین، مفاتیح الغیب دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع ثالث ۱۴۲۰ھ: ۱۵/۱۹۹

[15] آل عمران ۳: ۱۵۱

[16] الاحزاب ۳۳: ۲۶-۲۷

[17] الحشر ۵۹: ۲-۳

[18] بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب التیمم باب، دار السلام ریاض، حدیث: ۳۳۵

[19] مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، کتاب الجھاد، باب ثبوت الجنۃ للشھید، حدیث: ۱۹۰۱
[20] البانی، محمد ناصر الدین، سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ، مکتبۃ المعارف، طبع اول، حدیث: ۱۴۵۳
[21] بخاری، الجامع الصحیح، حدیث: ۲۹۴۸۔ مسلم بن حجاج، الجامع الصحیح، حدیث: ۲۷۶۹
[22] محمود شیت خطاب، الرسول القائد، دار مکتبۃ الحیاۃ بغداد، طبع ثانی، ۱۹۶۰ص: ۳۱۵
[23] احمد بن حنبل، المسند، تحقیق: شعیب ارناؤط، موسسہ الرسالہ: ۳۵۸/۳۸، حدیث: ۲۳۳۳۴
[24] ابن ہشام، السیرۃ النبویہ: ۹۵/۳
[25] محمود شیت خطاب، الرسول القائد، ص: ۳۲۹
[26] ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ: ۲/۳۱ے
[27] صلابی، علی محمد محمد، السیرۃ النبویۃ، دار المعرفہ، طبع سابع، ۲۰۰۸، ص: ۶۰۵
[28] احمد نوفل، الاشاعۃ، دار الفرقان، عمان، ۱۹۸۳ء، ص: ۵۰
[29] صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، المکتبہ السلفیہ، لاہور، ۲۰۰۲ء، ص: ۵۵۰
[30] مختار تہامی، الرای العام والحرب النفسیۃ، دار المعارف، القاہرہ، ۱۹۷۲ء، ص: ۲۱
[31] الحجرات ۴۹: ۶
[32] صفی الرحمان مبارکپوری، الرحیق المختوم، ص: ۳۷۲-۳۷۳
[33] النور ۲۴: ۱۵
[34] النساء ۴: ۸۳
[35] التوبۃ ۹: ۴۸